

امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر

تحریر: نایب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی علیہ رحمہ

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ماضی قریب کے وہ عظیم المرتبت جامع جمیع علوم عالم تھے کہ ان کے مشعل ان کے معروض میں تو کوئی کیا ہوگا اگر تعصب و عناد سے ہٹ کر انصاف و دیانت اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر دیکھا جائے تو زمانہ ماضی میں صدیوں پہلے ان کی کوئی نظیر نہیں۔ اکادین یا بادنانون میں ان کی تقریباً ایک ہزار تصنیفات جو ایک اعزاز کے مطابق کتابی کتابی سائز کے ایک لاکھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں، جن کے تقریباً چار کروڑ ساٹھ لاکھ الفاظ ہوتے ہیں، یہ میرا تخمینہ ہے اور امید ہے کہ صحیح ہوگا۔ ویسے بعض حضرات نے فرمایا کہ ایک بار اعزاز لگا گیا تو عیسویہ تحریر کا اوسط ساڑھے تین جز آیا۔ ایک جز سولہ صفحات کا تو حاصل یہ لکھا کہ یومیہ ۵۶ صفحے تحریر فرماتے تھے۔

دس شوال ۱۲۷۷ھ کو ولادت ہوئی۔ ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ کو وصال فرمایا، اس حساب سے عمر مبارک ۶۷ سال ۵ مئی ۱۵۱۵ء کی ہوئی۔

اگرچہ منصب افتاء پر فائز ہونے کی تاریخ ۱۳ شعبان ۱۲۸۶ھ ہے اس طرح منصب افتاء پر فائز رہنے کی کل مدت ۵۳ سال ۶ ماہ ۶ گیارہ دن ہے۔ لیکن تصنیف و تالیف کا مشغلہ اس سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ آٹھ سال کی عمر میں جلد پہلی انوکھی عربی شرح لکھی۔ نیز بہت سے فتاویٰ لکھے جو حضرت والد ماجد کی تصدیق سے مزید ہوئے، ان سب کو چھوڑ دیئے، صرف مفتاد افتاء پر فائز ہونے کے وقت سے حساب لگائے تو دس لاکھ پینسٹھ ہزار آٹھ سو تینتالیس (۱۰۶۵۸۳۳) صفحات ہوتے ہیں۔

اور اگر یہ سمجھ دین میں رکھا جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نقل اسکیب سائز پر لکھتے تھے اور خط بہت باریک ہوتا تھا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نقل اسکیب سائز کی تحریر کتابی سائز پر کم از کم ڈیڑھ سٹے ضرور تھی، تو کتابی سائز پر صفحات کی تعداد تقریباً سولہ لاکھ ہو جائے گی، اس تفصیل کی روشنی میں میرا تخمینہ بہت کم ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات کے بارے میں واقعہ کاروں کی تحقیق یہ ہے کہ گلب بھگ ایک ہزار ہیں اور یہ صحیح ہے، حضرت مولانا محمد عبدالکھن صاحب نعمانی مدظلہ العالی نے بڑی کد کاوش اور تلاش و جستجو سے ایک فہرست تیار کی ہے جس میں ساڑھے سات سو کی تعداد درج ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ہزار ہزار فتاویٰ دیکھے ہیں جو مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں۔ خود فتاویٰ مصریہ کی کئی جلدیں غائب ہو گئیں۔ کتاب الطلاق، کتاب البسر، کتاب الطغر والایلاہ وغائب ہو گئیں، اب جو کچھ بچے ہیں وہ ان جلدوں کے غائب ہونے کے بعد جو لکھے گئے ہیں وہ بچے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ”کتاب الطلاق“ پہلی جلد سے بھی زیادہ ضخیم تھی۔ مگر وہ ہے کہ بجائے ۱۲ ہزار صفحات کے مطبوعہ فتاویٰ رضویہ کے کل صفحات سات ہزار سے کچھ زیادہ ہیں۔

رسالہ کار کا حال یہ ہے کہ بیٹنگلوں و رسائل غیر متعلق لوگوں کے پاس اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دست مبارک کے تحریر کردہ موجود ہیں۔ رسالہ مبارکہ ”فوائدین درردۂ حرکت زمین“ اعلیٰ حضرت کے کتب خانے سے غائب ہے وہ ایک مولیٰ صاحب کے یہاں ملا جسے انہوں نے کثیر رقم کے عوض فروخت کیا۔

رسالہ مبارکہ ”مطلع القمرین فی الیاسر سیدہ العبرین“ میں نے ایک صاحب کے پاس دیکھا۔ اس وقت زیر کس مشین ہندوستان میں نہیں آئی تھی۔ میں نے لاکھ کر دیکھے لیکن کر کے واپس کر دوں گا انہوں نے انکار کر دیا اب کہتے ہیں کہ غائب ہو گیا۔

مطبوعہ فتاویٰ میں جب جگہ ملے گا تو تحریر فرمایا: ”اس فہرستہ بانی بنا مگر تفصیل کہیں نہیں ملتی۔“ (الہام اللہ فی وحر فی الدی اللہ) ”ان تصنیفات کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ جن صاحب کا اعزاز یہ ہے کہ یومیہ ۵۶ صفحات کے لکھنے کا اوسط تھا تو یہ مستبعد نہیں۔ میں بہت تو کیا زور دینا نہیں مگر بعض دنوں میں دو دو سطریں

نکلیں۔

اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زد و نو کی کا حال یہ تھا کہ جناب سید قاسم علی صاحب فرماتے تھے کہ۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اتنا تیز لکھتے تھے کہ جب قرآن فرماتے تو معلوم ہوتا کہ لکھ نہیں رہے ہیں، ہاتھ میں راعش ہے، کبھی کبھی ہلکی ضرورتوں کے موقع پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ ایک صفحہ لکھ کر ہم لوگوں کو صاف کرنے کے لیے دیتے ہم لوگ جتنی دیر میں ایک صفحہ صاف کرتے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ چار پانچ صفحات لکھ لیتے حالانکہ ہماری زد و نو کی مشہور تھی۔

ایسا زد و نو جس شخص ۵۳ سال تک روزانہ سولہ سولہ، سترہ سترہ گھنٹے تک مسلسل تصنیف و تالیف کا کام کرے تو کوئی مستعد نہیں کہ اس کی تصانیف کے صفحات دس چہرہ لاکھ تک پہنچ جائیں لیکن میں نے اندازہ لگایا ہے وہ اپنی تحقیق کے لحاظ سے لگایا ہے۔ یہ معاملہ جذبات کا نہیں حقائق کا ہے، اس لیے اس پر بہت عجیب کی محنت اور ضبط سے دل سے غور کرنے کی حاجت ہے، بات ایسی کہی جائے کہ اگر کوئی اسے پہنچ کرے تو ثابت کیا جاسکے۔ اگر ضرورت ہوگی تو میں ثابت کر دوں گا کہ تصانیف کے صفحات کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہیں۔

اس وقت میں مزید اتھاری جلد قاسم کی تصنیف اور قبرست سازی میں مصروف ہوں۔

معاندین نے اب نیا ہتھوڑا چھوڑا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کل یا اکثر رسائل فتاویٰ رضویہ کے زیر ہیں، اہلسنت یہ فریب دیتے ہیں کہ فتاویٰ رضویہ کو الگ شمار کرتے ہیں اور فتاویٰ رضویہ میں پیچھے ہوئے رسائل کو الگ۔

اس پر گزارش یہ ہے کہ کچھ رسائل فتاویٰ رضویہ میں شامل کر کے چھاپ دیئے گئے ہیں جس کی تعداد ایک سو آٹھ (۱۰۸) ہے، چلیے مجموعی میزان سے (۱۰۸) نکال دیجئے پھر بھی تعداد آٹھ سو سے زائد ہوتی ہے، یہ کیا کم ہے۔

رسائل کی تعداد تو ایک ضمنی بات ہے اور تحقیقی بات تو یہ ہے کہ معاصرین کے سارے فتاویٰ ایک طرف رکھیں سب پر فتاویٰ رضویہ جلد اول ہماری ہوگا۔ انصاف و دہانت شرط ہے جو حقیقت اور اسباب اور احوال اس میں موجود ہیں ان سے معاصرین کے سارے فتاویٰ خالی ہیں۔ بلکہ اس کی گریب نہیں پہنچے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک سوال یہ ہے کہ کن کن چیزوں سے حتم جائز ہے، اور کن کن چیزوں سے جائز نہیں، اس کا مجمل جامع جواب فقہ کی کتابوں میں ہے، کہ زمین اور زمین کی جنس سے جو چیزیں ہیں ان سے حتم جائز ہے، زمین کیا چیز ہے، سب کو معلوم ہے، زمین کی جنس سے کیا کیا چیزیں ہیں، اور جنس ارض سے مطلب کیا ہاں، اس مسئلے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مطالعہ کی وسعت اور ساتھ ہی ساتھ تحقیق و تفتیش دیکھئے تو محض دیکھ جائے کہ زمین میں کیا کیا چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ کیسے پیدا ہوتی ہیں، ان کے مادے کیا ہیں، ان سب پر وہ اعلیٰ درجے تحقیق فرمائی ہے کہ معدنیات کا پورا سے پورا ہر مٹی اس کی گریب نہیں پہنچ سکتا۔

حقیق فرمائی کہ ایک سو اسی (۱۸۰) چیزوں سے حتم جائز ہے اور ایک سو تیس (۱۳۲) چیزیں ایسی ہیں جن پر بھار جنس ارض کا شہد ہوتا ہے مگر حقیقت میں جنس ارض سے نہیں۔ اس لیے ان سے حتم نہیں، قسم اول میں ایک سو سات چیزیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی اخراج ہیں۔ اور قسم چالیں میں تیر (۷) کا اخراج ہے۔ میں نے تو بار بار اعلان کیا تو صرف فتاویٰ رضویہ جلد اول اس کی دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے معاصرین سے ہر علم بدرجہا فائق تھے۔ اور ہر تصنیف تحقیق و تدقیق کے اس اعلیٰ درجہ پر ہے جس میں کسی موافق کو نہ کسی انصاف کی تنگی تھی اور نہ کسی مخالف کو مجال دم زدوں۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کی بحث کے تمام گوشوں کو ایسا واضح و آشکار اور میرزا، ملل کر دیا، جس میں نہ کہیں لوچ ہے نہ ابہام نہ غفلت۔ علمائے حرمین طہین نے جن کی چند تصنیفات کے مطالعہ کے بعد ان کے وسعت معلومات، بھر پوری بکثرت، تحقیق و تدقیق سے متاثر ہو کر فرمایا۔

لس علی اللہ بمستکبر ان یجمع العالم فی واحد

اللہ کے لیے یہ یو بی بات نہیں کہ ساری دنیا ایک شخص میں جمع

فرما دے کے مصداق ہیں۔ اور ان کے ایک لٹوے کو مطالعہ کرے کے بعد فرمایا:

لو رآه ابو حنیفۃ لا قرأت عینہ و لجعلہ من اصحابہ

اگر انہیں امام ابو حنیفہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو جاتی اور انہیں اپنے اصحاب میں شامل کر لیتے۔

لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو ان سب فضائل و کمالات پر پردہ ڈالنے کے لیے جوش و خروش میں اپنی بدنامی کرنے کے لیے یہ رات دن پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں، کہ انہوں نے سوائے اس کے اور کوئی کام نہیں کیا ہے اپنے سوا سب کو کافر کہہ کر مسلمانوں کو آپس میں لڑایا ہے، اور فتنہ و فساد پھیلایا ہے، اس لیے آج کے اس عظیم الشان امام احمد رضا سے ناراضی میں ملک کے مختلف طبقات کے ارباب علم و دانش اور محققین مجدد اعظم اعلیٰ حضرت کی زندگی کے بہت سے گوشوں پر روشنی ڈالیں گے میں نے اپنے لیے یہ تجویز کیا کہ مسئلہ بغیر پر کچھ لکھوں، بعد ازاں کے ارکان کی بھی یہی خواہش تھی جو لوگ داور محشر کے درپردہ حاضر ہونے اور ڈرتے ڈرتے کے حساب دینے پر اعتقاد رکھتے ہیں ان سے میری یہ گزارش ہے کہ یہ وہ فرقہ دارانہ بصیرت اور طبقاتی عناد سے بالاتر ہو کر میری ان سطحوں کو ٹھنڈے دل اور دیانت کے ساتھ پڑھیں اور بغیر غور و فکر اس حقیقت کی تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں پہلے چند بنیادی ماحین ذہن نشین کر لیں جن پر ان تمام لوگوں کا اتفاق ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، اور جو مسئلہ بغیر کے اصل الاصول ہیں۔

کیا تکفیر جرم ہے؟

اس سلسلے میں پہلی بحث یہ آتی ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور اس کا بھی دعویٰ کرتا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں لیکن اس سے کوئی ایسا فعل یا اس کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو واقعی کفر ہو تو کیا اس صورت میں اسے کافر کہنا جرم ہے یا اسے کافر کہنا فرض ہے؟ اسے کافر کہنا تعزیر ہے یا تقییر ہے؟ فتنہ پھیلانا ہے یا فتنہ ختم کرنے کی جدوجہد ہے؟ ایسے شخص کو کافر نہ کہنا تقییر نہیں تعزیر ہے اور فتنہ فرو کرنے کی جدوجہد نہیں بلکہ فتنہ انگیزی ہے۔

اس سوال کے جواب میں ہم حقیقت حال پر مطلع ہونے کی خواہش رکھنے والوں کو دینیات کی کتابوں کے ابواب میں سے باب المرتد کے مطالعہ کی زحمت دیں گے؟

اسلام کے مجددی سے عقائد و فطرت کی کتابوں میں بالا اتفاق ہر طبقہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں ایک مستقل باب رکھا ہے، جس میں ان افعال اور ان کلمات کو تفصیل کے ساتھ لکھتے آئے ہیں اور نہایت صراحت کے ساتھ بغیر کسی اشتباہ کے واضح کاف کے الفاظ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کیا وہ کافر اور جس نے یہ قول کیا وہ کافر۔

بلکہ خود قرآن مجید پہ نظری جائے تو اس میں عہد رسالت کے بہت سے فرمان ہیں، مآز میں اور قسمیں کما کما کر لکھ پڑھنے والوں کو اس باب پر کہ انہوں نے کوئی کلمہ کفر کا کافر فرمایا۔

ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابوالشیخ عدی بن ابی حاتم نے اپنی تفسیر در منثور جلد ثالث میں ص ۲۵۳ میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ کچھ لوگوں نے یہ کہہ دیا تھا۔ "بحدثنا محمد ان ناطقہ فلان ہوادی کذا و کذا فی یوم کذا و کذا وما یدریہ بالغیب۔" مصلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے نہیں شیب کی کیا خبر؟

یہ کہنے والے وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے بارے میں یہ اعلان کر دیا تھا۔

"آما باللہ و ما لیوم الاحر" الخ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے۔

نشدہ انک لرسول اللہ

ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ ضرور اللہ کے رسول ہیں۔

جنہوں نے حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے، جو حضور اقدس ﷺ کے مہربان اور ان کے جنت کے لیے بھیجے جہاد کے لیے نکلتے تھے، مگر جب حضور اقدس ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ انہوں نے یہ کیا ہے کہ کھڑی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نیب کی کانچہ بٹو اٹھیں بلوایا اور ان سے مواخذہ فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا۔

إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ

ہم تو یوں ہی ہنس اور کھیل کر رہے تھے۔

اس پر اللہ عزوجل نے ان زوردار کلمہ پڑھنے والے نمازیوں، عازموں، مدنیوں کے بارے میں یہ حکم ارشاد فرمایا۔

قُلْ أَتَاللّٰهُ وَالْيَتٰى وَرَسُوْلُهُ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَبِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

(آیت ۶۵-۶۶، سورہ توبہ)

اسے محبوب! ان سے فدا ہو کر کیا اللہ اور اس کی آجوں اور اس کے رسول سے ٹھکھا کرتے ہو یہاں نہ بناؤ، مسلمان ہونے کے بعد تم بلاشبہ کافر ہو گئے۔

عبدالرسالت میں دو فضیلتوں میں جگہ ہوا مقدمہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضور نے ایک سے حق میں فیصلہ فرمایا، جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ اس کی حضرت عمرؓ کے یہاں اپیل کریں گے، دونوں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے معاملہ عرض کرنے کے اثناء میں جس سے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے یہ بھی بتادیا کہ حضور اقدس ﷺ نے میرے موافق فیصلہ فرمایا ہے، دوسرا فیصلہ فرمایا کہ رسول اللہ نے فیصلہ فرمایا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا تم دونوں اپنی جگہ رہو، مگر کے اندر شریف لے گئے اور حکمران کے بارہا پر تشریف لائے اور اسے قتل کروایا جس نے کہا تھا کہ حضرت عمرؓ کے یہاں اپیل کریں گے، دوسرا ابھگا کہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ عمرؓ نے میرے حریف کو قتل کروایا فرمایا: تم کسی مسلمان کو قتل نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُخَرِّجُكَ مِنْهَا فَيَمَسَّ شَجَرَهُ بَيْنَهُمْ فَهُمْ لَا يَبْجُلُوا إِلَيْهِ أَنفُسِهِمْ فَخَرَّجَاهُمْ أَفْئِدَةً تَمَّا أَضَلَّتْ ۖ وَتَسْلَمُونَ ۚ أَسْلِمْنَا ۝

(نساء آیت ۶۵ تفسیر در منشور جلد ۳، ص ۱۸۰)

”اے محبوب! میرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب آپ کے بھٹوے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کرو اس سے دلوں میں رکاوٹ نہ بنائیں اور اسے کماحقہ ناپ نہ لیں“

حضور اقدس ﷺ نے اس قول پر قصاص یا دیت کو بھی نہیں واجب فرمایا، یہ بد نصیب جس نے حضور اقدس ﷺ کو فیصلہ تسلیم نہیں کیا اور اس کی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہاں اہل کفر کرنے کیا تھا، کجگوشتہ۔ اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا مگر اللہ عزوجل نے نہایت واضح غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ ایسے لوگ جو میرے رسول کو فیصلے کو مانیں مسلمان نہیں۔

ابن نص قرآن سے ثابت ہو گیا کہ اگر کسی سے کوئی کفر سرزد ہو یا اس نے کوئی کلمہ کفر کا تو وہ باوجود اسیہ کافر ہے، اگرچہ وہ کلمہ پڑھتا ہو نماز پڑھتا ہو نماز پڑھتا ہو، جہاد کرتا ہو اور اگر بالفرض یہ جرم اہانت رسول کا ہے تب تو معاملہ بہت ہی سنگین ہے۔ اور ایسا سنگین کے علماء نے تصدیق فرمائی ہے کہ اگر کوئی گستاخانہ رسول تو بھی کر لے حاکم اسلام اسے زندہ نہ چھوڑے گا۔ اٹھ اٹھ کر کھینچے شش پاس کی شروع در زور دروغی اور غیرہ۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اور نمازیں پڑھے، زکوٰۃ دے، روزے رکھے، حج کرے، دن رات قال اللہ قال اللہ کہے اور رسول کا دروس دے، اور اتنا بڑا مفتی ہو کہ کبھی مخالف شیعہ کو بھی نہیں لیکن اگر اس سے کوئی فعل کفر سرزد ہو جائے یا کوئی کفری قول کہے تو اسے کافر کہہ کر جہنم بھیج دیا جائے گا۔

قرآن فرض ہے، یہ جرم نہیں بہت بڑی عبادت ہے، یہ جہاد باہقہم ہے، جہاد باللسان ہے، اور اسلامی شریعت کو قاسمہ دلوں سے پاک کرنے کی سعی منکوحہ۔ حقیقت میں سنت خدا ہے، سنت رسول ہے، اسے جرم کہنا اور ایسے فرض شاس عالم کو مورد ظلم و قطعیت بنانا خود بہت بڑا جرم ہے، اس سلسلے میں ایک بہت بڑا مقابلہ دیا جاتا ہے کہ عقائد کا یہ مسلم اثبات قاعدہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں، یعنی جو کعبہ مقدسہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اسے کافر کہنا درست نہیں۔ اس پر ہماری دو گزارش ہے کہ جو لوگ علماء کے اس ارشاد کو اپنے لیے بطور سپر استعمال کرتے ہیں، خود ان کا عمل اس کے خلاف ہے، مثلاً قادیانیوں کی تکفیر، یہ لوگ بھی کرتے ہیں، جب کہ قادیانی بھی ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، اب ہر شخص کے لیے فکر یہ ہے کہ اگر اہل قبلہ کا مطلب ہے کہ جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے وہ بہر حال مسلمان ہے، خواہ کتنے ہی بڑے کفر کا ارتکاب کرے، تو پھر آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کیوں کہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اہل قبلہ کا یہ معنی ہیں جو آپ کا راسنے لیے اہل حال بناتے ہیں۔ اہل قبلہ کے معنی یہ ہیں کہ جو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو، ضروریات دین میں کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتا ہو، لیکن اگر کوئی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے، اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے ہے ہی نہیں، آئے اس توضیح کو اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ اور محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانی سنئے۔

اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اطلقوا على ما هو من ضرورات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله بالكلية والجزئيات وما اشبه ذلك من المسائل فمن واجب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم اور نفى الحشر اوفى علمه سبحانه بالجزئيات لا يكون من اهل القبلة وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا يفكر مالم يوجد شئ من امارات الكفر وعلاماته ولم يصدر عنه شئ من موجباته (شرح فقہ الاکبر ص ۱۸۹)

اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین پر اتفاق رکھتے ہیں، جیسے عالم کا حادث ہونا، جسموں کا حشر اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام کلمات و جزئیات کو جانتا ہے اور اس کے مشن اور مسائل اور جو شخص اپنی زندگی بھر طاعات و عبادات کا پابند رہے اور عالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد کرے یا مشرک انکار کرے یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات جانتے سے انکار کرے وہ اہل قبلہ سے نہیں ہوگا اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے سے اہل سنت کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے جب تک کفر کی نشانیوں اور اس کی علامتوں میں سے کچھ نہ پایا جائے، مادور کفر کے موجبات میں سے کوئی نئی چیز اس سے صادر نہ ہو۔ اس سلسلے میں سب سے اہم اور قابل توجہ اور قابل حفظ امر یہ ہے کہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام مکہ کو افراد کے رہنماؤں کا طریقہ عمل کیا تھا۔

صحابہ کرام کا عمل:

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد پاک میں خوارق پیدا ہوئے جنہوں نے صرف اس بنا پر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلیب کے موقع پر تختہ قبول کی تھی کہ دونوں فریق اپنا اپنا ایک عہم بنائیں اور وہ جو فیصلہ کریں اسے دونوں فریق قبول کریں، حضرت علی کو مشرک کہا اور دلیل میں یہ آیت پیش کی "ان اقلکم اللہ" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے شدیدہ قال فرمایا حتی کہ اس کی پوری حد و وجہ فرمائی کہ ان سب کو نیست و نابود کر دیں جنگ کے اختتام کے بعد فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کے فرمان کے یہ موجب تم سے بدترین علق ہو گئے۔

انہیں کے عہد پاک میں وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معبود کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں پکڑ کر آگ میں جلا دیا جائے، چنانچہ اسی پر عمل درآمد ہوا۔

تا بعین کرام:

تاہم عین کے عہد میں خوارج اور معتزلہ پیدا ہوئے جن میں خوارج نے بہت قوت پکڑ لی، تاہم عین کرام نے مسلسل ان سے جہاد کیا اور ان کے گمراہ کن اقوال کا شدید رد فرمایا۔ آخر مجتہدین کے عہد میں اور کچھ مزید گمراہ فرقے پیدا ہوئے۔ قدر یہ، حمیہ، وغیرہ مجتہدین کرام نے ان سب کو پوری قوت کے ساتھ رد فرمایا۔

جب مامون کے عہد سے صحولہ البحر سے تمام محدثین فقہاء نے مل کر ان کا قلع قمع کرنے کی جدوجہد کی۔

روافض دوسری صدی ہی میں پیدا ہو چکے تھے، لیکن ان کی مذکورہ تنظیم قوی اور ندان کے عطا کردہ معتمد وکیل جو کسی بھی بزرگ کو ان کے گمراہ کن اقوال کی اطلاع ملتی تو ان کا شدید رد فرماتے، یہاں تک کہ حضرت زید شہید سے جب دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ان زفافض نے یہ مطالعہ کیا کہ حضرت شافعیین پر حیرا کیجئے تو انہوں نے انکار فرمایا اور انہیں اپنی صداقت سے الگ کر دیا اور صاف صاف ارشاد فرمایا: **”والفسون والفسانہم“** انہوں نے ہم کو چھوڑ دیا تو ہم نے بھی ان کے عطا کردہ نذرانے ہو گئے تو علمائے اسلام نے ان کا عمل رد کیا۔

ہمارے ہندوستان میں فرقہ بندی یہ پیدا ہوا تو علماء و ماموش نہیں بیٹھے اور ان کے استیصال کی حتی الوسع چوری جدوجہد فرمائی۔

غرض کہ اسلام کی پوری تاریخ اس کی شاہد ہے کہ جب بھی سواد اہل اسلام کے خلاف کوئی کلمہ گو غلطہ کندہ و نظریات کے رکھالفا تو علماء نے اسے نہیں بخشا۔ کیسے بخشنے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اذا ظهرت الفتن او البدع و لم يظفر العالم علمه فعليه لعنة الله والملائكة الناس اجمعين جب فتنے یا گمراہیاں ظاہر ہوں اور عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

ہماری اس گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی کلمہ گو سواد اہل اسلام کے خلاف کسی عقیدے یا نظریے کو پھیلانے کی کوشش کرے تو ذمہ دار علماء و مشائخ مفتیان نظام پر فرض ہے اور شریعت کی رو سے اس پر جو حکم عائد ہوتا ہوا ہے بر ملا بیان کریں۔

آدم برسر مطلب:

محمد و اعظم اہل حضرت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ نے جن افراہ کی تحفہ کی ہے وہ مذکورہ بالا اللہ عزوجل، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور صحابہ کے لئے کر آج تک کے تمام علماء اہل سنت کے اسوہ اور طریقہ کی پیروی میں کی ہے۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ اہل حضرت قدس سرہ نے جن لوگوں کی تحفہ کی ہے، واقعی ان لوگوں سے کفر سرزد ہوا ہے یا نہیں؟ اور وہ کفر کے بھرم ہیں یا نہیں؟ اس مسئلے پر چار نام قابل ذکر ہیں، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا غلیل احمد افغانوی، مولانا ناصر علی قناتوی، قبل اس کے کہ ہم ان کا جائزہ لیں پہلے یہ بتادیں کہ ان لوگوں کا رابطہ کس طبقہ سے ہے۔ یہ چار افراد مولانا سائیل صاحب دہلوی کے پیروار اور ان کی کتاب تقویۃ ایمان، صراط مستقیم، نکروزی، ایضاً الحق وغیرہ کے مطابق عقیدہ رکھنے والے اور عمل کرنے والے ہیں۔ ان چاروں میں سب سے حکرم و مقترم مولانا رشید احمد گنگوہی ہے اپنے فتاویٰ میں مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ ایمان کے بارے میں لکھا ہے۔

تقویۃ ایمان نہایت عمدہ کتاب ہے، اس کا رکنا اور بڑھنا اور محل کرنا عین اسلام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کراچی صفحہ ۴۱)

یہ مولوی اسماعیل دہلوی ہی ہیں کہ جب انہوں نے اپنی کتاب تقویۃ ایمان لکھی تو ان کے ہم عصر دہلی کے تمام علمائے اہل سنت نے بلا تعلق ان کا رد لکھا، اور ان کی تحفہ کی جس کی تفصیل استاذ استاذہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کی کتاب **”تحقیق الفتویٰ باطلات العلویٰ“** میں مذکور ہے، جس کی تصدیق اس عہد کے تمام اہل علمائے دہلی نے فرمائی ہے جو مسلم الشیوہ مستند علیہ تھے، اسی کتاب تقویۃ ایمان کے رد میں خود انہیں کے اہل خانہ ان بکھرے مزاد مولانا محمد موسیٰ اور مولانا مخلصوں اللہ نے **”سعیۃ ایمان“** لکھی۔ اس کے علاوہ ملک کے ہر طبقہ سے اس کتاب کا رد لکھا گیا۔ مولوی اسماعیل کے مارے جانے

کے بعد ان کے بھواؤں نے ان کی تائید میں جو کتابیں لکھیں ان سب کا رد مسلسل ہوتا رہا۔ جس کی ایک بہت بڑی نقیر جاتی امداد صاحب مہاجر کی کتاب "فیصلہ ملت مسئلہ" ہے۔ اور ان کے سر پر اور وظیفہ مولانا عبدالستیا صاحب راپوری کی کتاب "انوار سائلہ" ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ جب مسند رشد و ہدایت پر فائز ہوئے تو ملک کا ماحول یہ تھا کہ انہیں مولوی اسماعیل دہلوی کے پیروکار مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب "تقدیر الناس" کے خلاف پورے ملک میں ایک شورش پکڑی تھی، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے، اور انہیں مولوی اسماعیل دہلوی کے مذہب کی شروا شاعت کرنے والے مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی طہیل احمد نقشبکی کی کتاب "میراجین قافلہ" نے ملک میں آگ لگا کر تھکی تھی۔ جس کے نتیجے میں ۱۳۰۶ھ میں راجست پامول پر مشر خود کتاب کے مصنف مولوی طہیل احمد نقشبکی اور حضرت مولانا غلام دھیر صاحب قصوری کے مابین ایک اہم تاریخی مناظرہ ہوا، جس مناظرہ کے حکم سے مولوی طہیل احمد نقشبکی وغیرہ کے خلاف اپنا فیصلہ دیا۔

جب مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ تقدیر الناس، میراجین قافلہ، حفظ ایمان کی ان عبارتوں پر مطلع ہوئے جن میں ضروریات دین کا انکار اور ضرور اقدس مصلحت کی توہین تھی تو یہ کہنے لگے تھا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اسے برداشت فرماتے۔ آپ نے پہلے ان لوگوں کے رد میں رسائل لکھے "جزا اللہ بعدہ"، "بیان السیوح" وغیرہ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ مگر ان لوگوں نے تو اعلیٰ حضرت کے رسائل کا کوئی جواب دیا اور نہ ان عبارتوں سے رجوع اور تو کیا۔ اس لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ۱۳۲۰ھ میں ان کی نقیر فرمائی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نقیر حق ہے، یا باطل، سمجھ ہے یا غلط؟ آپ آئیے اسے حقائق کی کسوٹی پر رکھیے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام نے اور سلف و خلف پوری امت نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الانبیاء بتایا یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت نہیں مل سکا اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ اس میں نہ کوئی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی، بقدر تحسین فرمادیں کہ اگر کوئی اس میں کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کرے تو وہ کافر ہے جس پر احادیث کے رد اور ارشادات سلف و خلف نص جلی ہیں، جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو وہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارک "جزا اللہ بعدہ" دیکھ لیا۔ وہ "کامتاہرہ کرے، جس میں ایک سو تیس احادیث کے رد اور تیس ارشادات علماء سے ثابت فرمایا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ایسا قطعی معنی معلوم و مشہور ہے جس میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں، جسے علما و علماء عام بھی جانتے ہیں، اگر عوام سے پوچھا جائے کہ خاتم النبیین کے معنی کیا ہیں؟ تو وہ بھی بلا توقف بتا دیں گے کہ "آخری نبی" اسی ہے جسے ضروریات دین سے ہے۔

امام قاضی عیاض خلافت فرماتے ہیں۔

۱۔ لا نه اخبر صلی اللہ علیہ وسلم انه خاتم النبیین لا نبی بعده واخبر عن اللہ تعالیٰ انه خاتم النبیین واللہ ارسل کافۃ الناس اجمعۃ الامۃ علی حمل هذا الکلام علی طاهرہ وان مفہومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر ہؤلاء الطوائف کلہا قطعاً۔ (جلد دوم صفحہ ۲۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ وہ خاتم النبیین ہیں، اور یہ خبر دی کہ اللہ عز و جل نے انہیں خاتم النبیین بتایا اور پوری مخلوق کا رسول بنایا۔ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ پیام (خاتم النبیین) اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے، اس کا جو مطلب ہے یعنی آخری نبی ہونا یہی مراد ہے، جس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ کوئی تخصیص ہے تو مذکورہ بالا لوگوں کا کفر ہونے میں ہرگز کوئی شک نہیں۔

۲۔ شکا اس عبارت کو کچھ شیخ صاحب مفتی دہ بنے بھی اپنی کتاب ختم النبیین و فی الآثار میں قادیان کے خلاف بطور سند ذکر کیا ہے۔

۳۔ حیدر اسلام امام فرمائی کتاب الاختصار میں فرماتے ہیں۔

ان الامۃ فہمت من هذا اللفظ انہم عدم نبی بعده ایدا وعدم رسول بعده ایدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا

تخصیص ومن اول بتخصیص فكللامه من انواع الهدیان لا يمنع بتكفیره لانه مكذب بهذا النص الذى اجمعت الامه

على انه غير موول ولا مخصوص

اس میں شک نہیں کہ امت "خاتم النبیین" سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا ملبوم یہ ہے کہ حضور کے بعد کسی بھی نبی نہ کوئی نبی ہوگا نہ کوئی رسول، نیز یہ کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ کوئی تخصیص، اگر کوئی اس میں تاویل و تخصیص کرے تو وہ ہدیان کی قسم سے ہے، اور اسے کافر کہنے سے کوئی چیز مانع نہیں، کیونکہ وہ قرآن کی اس نص کو چھوڑ رہا ہے جس کے بارے میں امت نے اجماع کیا ہے، کہ اس میں کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

۴۔ علامہ عبداللہی ہاشمی "شرح الفوائد" میں لکھتے ہیں۔

فساد مذهبهم غنى عن البيان بمشاهدة العيان كيف وهو يودى الى تجويز لبي مع نبينا صلى الله عليه وسلم ا بعد و
والك يستلزم تكذيب القرآن اذ قد نص على انه خاتم النبیین و آخر المرسلین وفى السنة انا العاقب ولا نبى بعدى
واجمعت الامه على ابقاء هذا الكلام على طاهره وهذه احدی المسائل المشهوره كفرننا بها الفلاسفة لعنهم الله تعالى. یعنی
غلامتہ کا یہ قول کہ نبوت کب سے ٹل گئی ہے، ایسا کھلا ہوا فساد ہے، بھٹکانچ بیان نہیں ہے، کیسے فاسد نہ ہوگا جب کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یا حضور کے بعد کسی نبی کا ہونا جائز ہے، اسے قرآن کی تکذیب لازم ہے، اس لیے قرآن نے اس پر نص فرمادی ہے کہ حضور خاتم
النبیین اور آخر المرسلین ہیں، اور حدیث میں ہے کہ میں سب میں پہچلا نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور امت نے اس پر اجماع کیا ہے کہ یہ کلام اپنے
ظاہری معنی پر باقی ہے، اور یہ ان مسائل مشہورہ میں سے ایک ہے جس کی بناء پر ہم نے غلامتہ کا کفر کہا ہے، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے۔

(۱) تاثرین افکار میں کہ ان تینوں عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ پوری امت کا اس پر قطعی یقینی اجماع ہے کہ خاتم النبیین اور الابی بعدی کے معنی صرف یہ
ہیں کہ حضور اقدس ﷺ آخری نبی آخری رسول ہیں، حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کسی نبی ہونے کو جائز جانے والا کافر ہے، خواہ وہ نبی بالقرض مانے یا
ظنی بروزی بہر حال کافر ہے۔

(۲) حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی جائز ماننا خاتمیت محمدی کے منافی ہے اس کے معارض ہے، قرآن کی تکذیب ہے۔

(۳) لہذا یہ کہنا کہ اگر حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہوتا تو آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے، خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آنے لگا۔
قرآن کی تکذیب ہونے کی وجہ سے کفر ہے، اور ایسا کہنے والا کافر ہے۔

(۴) ان عبارات نے بتایا کہ امت کا اس پر بھی اجماع ہے کہ اس میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی بلکہ کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کرنے
والا کافر ہے اس لیے یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں بلکہ خاتم النبیین کے ہیں ضرور کفر ہے اور ایسا کہنے والا ضرور کافر ہے۔

اب آئے اس خصوص میں وہ نبی مکتبہ فکر کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیے۔

نانو تو قی صاحب کی کفری عبارت

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تجلیر الناس کے صفحہ ۴۲ پر لکھتے ہیں:

اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہیے کہ ہم میں جواب میں کچھ وقت نہ ہو، سو حوام کے خیال میں رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا یا اس معنی ہے کہ آپ کا زمانہ
انہما و سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، بجز مقام حد
میں۔ وَلَٰكِنْ رَّسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ قرباناس صورت میں کیوں کر گنج ہو سکتا ہے، ہاں اگر اس وصف کو اوصاف حد میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو
مقام حد قرار دیتے، تو اہل خاتمیت یا قہار فرما یا صحیح ہو سکتی ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو

خدا کی جانب زیادہ گونی کا وہیم ہے۔

آخراں وصف میں اور قد و قامت، شکل و رنگ، حسب و نسب، سکونت و غیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے، جو اس کو ذکر کیا اور اس کو ذکر نہ کیا۔

دوسرے رسول اللہ ﷺ کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہے کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں، اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں، اقبالیات و ہتو تاریخیوں کو کچھ لیجئے۔

باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سب باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعویٰ کر کے خلافت کو گمراہ کریں گے، البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے،

پر جملہ ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ“ اور جملہ ”وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَحَاضِمِ السَّبِينِ“ میں کیا تا سب تھا؟ ہر ایک کو دوسرے پر عطف کیا، اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی ردہلی ہے درجہ ملی خدا کے کام بجز نظام میں محصور نہیں اگر سب باب مذکور محصور ہی نہیں تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں مواقع تھے۔ بلکہ برہائے خاتمیت اور پابست پر ہے، جس سے تا فرزندانی اور سب باب مذکور خود بخود لازم آ جاتا ہے۔ (ص ۳)

خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کا انکار

ہم نے تجزیر الاناس کی اس موقع کی عبارت پوری لفظ بلفظ نقل کر دی ہے، تاہرین اسے بغور پڑھیں، کیونکہ عبارت بہت جھجک اور پیچیدہ ہے، ہو سکتا ہے کہ ایک بار پڑھنے سے نہ سمجھیں آئے تو بار بار پڑھیں اور مرئی قاری الفاظ کے ترجمے کسی اخت کی کتاب میں دیکھ لیں۔ ہم نے کوئی تفسیر اس لیے نہیں کی کہ ہو سکتا ہے کہ نانوقوی صاحب کے کسی نیاز مند کو کہنے کی گنجائش مل جائے، چونکہ تجزیر الاناس کی عبارت کا مطلب غلط بتایا ہے اس لیے اس کے معنی تفسیری ہو گئے۔ البتہ تاہرین ہماری مستدرجہ ذیل گزارش کو بغور پڑھیں اور خود فیصلہ کریں۔

نانوقوی صاحب نے اس عبارت میں بڑے شدد و زور شور سے یہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری النبیین نہیں ہیں۔ نہ یہ معنی کسی طرح بن سکتے ہیں، خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہونے کو انہوں نے ستر طریقوں سے باطل مانا ہے۔

اول: خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا نا سمجھ محام کا خیال ہے واضح ہوا کہ یہاں اس عبارت میں عوام کے مقابلہ میں اہل فہم بولے ہیں جس سے متعین ہے کہ عوام سے مراد نا سمجھ لوگ ہیں۔

دوم: اسے خیال بتایا حقیقہ نہیں خیال کا معنی وہم و گمان، رائے وغیرہ کے ہیں، اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی حقیقہ نہیں جو قطعی حقیقی غیر محضزل ہوتا ہے، بلکہ نا سمجھ محام کی رائے ہے جو انہوں نے از خود قائم کر لی ہے۔ قرآن وحدیث واقوال سلف سے ثابت نہیں۔

سوم: آخری نبی ہونے کو مقام مدح میں یعنی تعریف کے موقع پر ذکر کرنا صحیح نہیں اور یہ آج کے یہاں مدح میں ہے، اس لیے اس آیت میں خاتم النبیین آخری نبی کے معنی میں نہیں۔ اس کا صاف صاف مطلب ہوا کہ آخر الانبیاء ہونے میں کوئی مدح نہیں، کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

چہارم: اس آیت کو مقام مدح میں نہ مانیں اور خاتم النبیین کو اوصاف مدح میں سے تسلیم نہ کریں تو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا درست ہو سکتا ہے مگر چوں کہ یہ آیت مقام مدح میں ہے، اور خاتم النبیین وصف مدح ہے اس لیے آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا درست نہیں۔

پنجم: اگر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی مراد لیں گے تو خدا کے بے ہودہ گواہوں کو بولنے کا وہم ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی ہونا بے ہودہ اور لٹو

وصف ہے، جس میں کچھ بھی فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

ششم: آخری نبی ہونا قدر و قیمت وغیرہ ایسے اوصاف میں سے ہے جنہیں فضائل میں کچھ دخل نہیں، اس کا صاف صاف بالکل واضح غیر مبہم یہ معنی ہوا کہ خدائے تعالیٰ ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہفتم: اگر حضور اقدس ﷺ کو آخری نبی مائیں گے تو رسول اللہ ﷺ کے نقصان قدر کا احتمال لازم آئے گا۔ یعنی یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ کم ہے اس کا یہ مطلب ہوا کہ آخری نبی ہونا ایک ناقص وصف ہے جس میں کچھ فضیلت نہیں ہے نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہشتم: آخری نبی ہونا ایسے دینے یعنی معمولی درجہ کے لوگوں کے عام اوصاف کی طرح ہے اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

نہم: اگر خاتم النبیین کا معنی آخر انھیں لیں گے تو اس آیت کے پہلے والے جملے اور اس میں مناسب نہ رہے گا۔

دہم: ایک کا عطف دوسرے پر درست نہ ہوگا۔

یازدہم: ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک بنانا صحیح نہ ہوگا۔

دوازدہم: اللہ کے کام مہر نظام میں ہے اور جامی لازم آئے گی۔

سیزدهم: نبوت کے مجموعے دعویٰ اروں کے اتباع کو روکنے کے لیے اس آیت میں خاتم النبیین نہیں فرمایا گیا اگر یہ روکنا مقصود ہوتا ہو تو ضرور خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء ہوتے مگر چونکہ یہ روکنا اس سے مقصود نہیں اس لیے اس آیت میں خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء نہیں۔

چہاردهم: اس کا یہ موقع نہیں اس کے شیعوں اور دوسرے مواقع تھے۔

پانزدہم: آخری نبی ہونے پر بنائے خاصیت نہیں کسی اور بات پر ہے۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں خاصیت کی بنا آخری ہونے پر نہیں، یہ ثابت کرنے کے بعد تا تو قی صاحب ششم النبیین کے معنی اور جس پر خاصیت کی بنا پر ہے۔ مضمون پر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ سوای طور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاصیت کو تصور فرمائیے۔ یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں، اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اور اس کی نبوت آپ کا فیض ہے، پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں، اب یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں بلکہ بالذات نبی ہونا ہے اور خاصیت کی بنیاد نبی بالذات ہونے پر۔

ششازدہم: اس لیے صلی علیہ وسلم پر یہ نتیجہ نکلا، فرض اختتام اگر باقی معجزہ کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء کے گزشتہ کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

ہفدهم: ص ۲۸ پر مزید نتیجہ یہ نکلا، اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہوتا پھر بھی خاصیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی جو بز کیا جائے۔

یکل متر وہ جو وہ جن سے تا تو قی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر انھیں نہیں بلکہ نبی بالذات کے ہیں۔

تیز یہ بھی واضح کر دیا کہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا کسی طرح لازم نہیں۔

اولا: تا تو قی صاحب جیسا بیدار مفسر محقق ماہر متاخر اگر نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم مانتا تو ص ۲۸ پر یہ نہیں لکھتا:

”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“

تایید: صفحہ ۲۸ پر نہیں لکھتا۔

”بلکہ اگر بالفرض بعد از زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہوتا پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے آپ کے معاصر کسی اور زمین میں ہوں، یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی نبی تجویز کیا جائے۔“

ظاہر ہے کہ اگر واقعی خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم ہوتی تو حضور کے زمانہ میں کسی نبی کے ہونے سے آپ کا خاتم ہونا ختم ہو جاتا اور آپ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت محمدی رخصت ہو جاتی اس لیے کہ ہر ادنیٰ ہی عقل رکھنے والے پر یہ بات واضح ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا آخری نبی ہونا اس کے منافی ہے کہ حضور کے عہد مبارک میں یا بعد میں کوئی نیا نبی کہیں پیدا ہو۔ اور تا تو قی صاحب قی پر تصریح کر رہے ہیں کہ آپ کے زمانے میں یا آپ کے بعد کسی جدید نبی کے ہونے کے باوجود آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا، اور آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ تو ثابت کردہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم نہیں مانتے اس لیے کہ جو چیز لازم کے منافی ہے وہ ملزم کے بھی ضرور منافی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں یا بعد میں کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی ضرور ختم ہو جائے گی، اور جب یہ ختم تو اس کا ملزم خاتمیت ذاتی بھی ختم، جب صورت حال یہ ہے کہ خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم مائیں تو دونوں ختم۔

تایید: تا قی صاحب ابتداء میں اس چودہ وجہ سے یہ ثابت کر آئے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری الانبیاء ہونا باطل ہے اور بطلان لازم بطلان ملزم کو ملزم تو اگر ان کے عقیدے کے خلاف کوئی صاحب خاتمیت ذاتی کو لازم مائیں تو لازم آئے گا کہ خاتمیت ذاتی بھی باطل، اب نہ ذاتی رہی نہ زمانی۔

تایید: تا قی صاحب کے نیاز مند تاق ان پر جہت رکھتے ہیں اس کا ہمارے پاس یا اگر خود تا قی صاحب ہوتے تو انہیں کے پاس کیا علاج، تا قی صاحب نے خود لکھا۔

ہاں اگر بطور اطلاق یا محمول اس خاتمیت کو دشمنی اور تہمی سے عام لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہوتو شایان شان محمدی خاتمیت، دہمی ہے نہ زمانی۔ (تحدیر اس ۸)

اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ خاتمیت زمانی یعنی آخر الانبیاء ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شایان شان نہیں تو اسے لازم ماننے سے کیا فائدہ؟ بلکہ ازلے لازم آئے گا کہ حضور اقدس ﷺ کے شایان شان جو وصف نہیں اس حضور کے لیے ثابت مانا گیا۔ اس میں نقصان قدر کا احتمال اور اندر و جمل کی طرف یہ ہودہ بکواس کا تو ہم ہوگا۔ بلکہ خبر کے اس جملہ میں خاتمیت زمانی کا بالکل مقابلہ کر دیا، خواہ خاتمیت کو مطلق مائیں خواہ اس میں عموم مجاز کا قول کریں، کہ جب یہ شایان شان نہیں تو اس کا اثاب حضور کے لیے لغو ہے فائدہ ہی نہیں نقصان قدر کا سب ہوگا۔

ان سب سے بہت کہ خود تا قی صاحب کا ایک اعتراف سن لیجئے وہ اپنے مکتوب میں ایک معتد علیٰ خصوص لکھتے ہیں۔

معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر ہر مسلمان ہمی باشد کہ زمانہ نبوی آخر است از زمانہ گزشتہ بعض نبی دیگر نخواہد آمد مگر می دانی این سخن ایست کہ نہ مدعی ایست در آن نہ دمی۔

خاتم النبیین کا معنی ظاہر ہر ستون کی نظر میں یہی ہے کہ زمانہ نبوی گزشتہ انبیاء کے زمانہ سے آخر ہے اور اب کوئی نبی نہ آئے گا مگر تم جانتے ہو کہ یہ ایسی بات ہے کہ اس میں نہ کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی برائی۔ (۴۳۵ مکتوب اول، نام ملوی مفاصل)

ہر شخص جانتا ہے کہ معصن اپنی مراد کو بخوبی جانتا ہے جب تا قی صاحب نے بغیر کسی ایچ کیج کے صاف صاف بیان کر دیا کہ آخر الانبیاء ہونا مدح اور تعریف کی بات نہیں اس میں کوئی مدح نہیں، جب کہ اس میں کوئی مدح نہیں تو اسے خاتم بالذات کو لازم جان کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے

لیے ثابت کرنا قبول نافوتوی صاحب بے ہودہ نفوی وغیرہ ضرور ہوگا، پھر یہ کہنا کہ نافوتوی صاحب ختم ذاتی کے لیے ختم زمانی لازم مانتے ہیں تو ان پر تہمت اور افتراء کے سوا اور کیا ہے؟

اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مصنف پر ”الذات کچھ فضیلت نہیں“ میں بالذات کی قید صرف ”داشتہ نکاحاً یا عہد“ کے طور پر ہے۔ ثابت ہو گیا کہ نافوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء نہیں صرف نبی بالذات کے ہیں جسے آخر الانبیاء ہونا لازم بھی نہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے صفحہ ۳۸ ص ۲۸ صاف صاف بلا کسی ابہام کے لکھ دیا۔

اگر حضورؐ کے زمانہ میں کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد از نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

نافوتوی صاحب پر شرعی مواخذے

نافوتوی صاحب نے وید و دھرم وراثت باللہ والا راہہ تقدیر الناس کی ان مہارتوں میں مندرجہ ذیل قطعی حقیقی ایسے کفریات کا ارتکاب کیا جس میں کسی قسم کے ذرہ برابر شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں جس میں کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں نہ تاویل قریب کی نہ تاویل بویہ کی۔

(۱) قرآن مجید کے ارشاد خاتم النبیین کے معنی میں سب پچھلا نبی، آخری نبی خود حضور اقدس ﷺ نے بتائے صحابہ کرام نے بتائے، پوری امت نے بتائے اور اس پر پوری امت نے قطعی حقیقی اجماع کر لیا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں، وہ بھی اسی تصریح کے ساتھ کہ اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کی ذرہ برابر کوئی گنجائش نہیں، اس کو نافوتوی صاحب نے عوام کو معنی کا سمجھانے کا خیال بتایا۔

(۲) حضور اقدس ﷺ کو خاتم عوام میں داخل کیا۔

(۳) اس آیت اہلی درہے کے وصف مدح کو مقام مدح میں ذکر کے قابل ہونے سے انکار کیا اور اس کو وصف مدح ماننے سے بھی انکار کیا۔

(۴) اسے زیادہ کوئی یعنی بے ہودہ کوئی لغو کوئی کہا۔

(۵) فیضیت سے بالکلیہ خالی کہا۔

(۶) اسے ایسے ویسے گئے گز رے لوگوں کے احوال میں داخل کیا۔

(۷) اسے اللہ عز و جل کے کلام مجزوع نظام کے منافی کہا۔

(۸) اسے قرآن کے سبب اور ارچانہ عمل مان کر کہا۔

(۹) اسے جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹے دوائے نبوت کے سد باب کے لیے نہیں مانا تا اس آیت مبارکہ کو اس کا موقع نہیں مانا۔

(۱۰) اسے بتائے خاتمیت ماننے سے انکار کیا، بتائے خاتمیت دوسری بات پر رکھا۔

(۱۱) خاتم النبیین کا معنی اپنی سنی سے یہ گڑھا: آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور انبیاء موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور انبیاء موصوف بوصف نبوت بالعرض۔

(۱۲) حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں جدید نبی پیدا ہونے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہ مانا۔

(۱۳) حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی جدید نبی کے پیدا ہونے کو خاتمیت کے منافی نہیں مانا۔

اب ناظرین سے سوال ہے، کیا اسے کفریات کے ارتکاب کے باوجود بھی تقدیر الناس کے مصنف نافوتوی صاحب مسلمان ہی رہے؟ کیا اب بھی ان

کی تکفیر فرض نہیں تھی، اس کا فیصلہ آپ حضرات پر چھوڑنا ہوں۔

تہذیر الناس کے خلاف شورش

میں جب بے کہ تہذیر الناس جہاں بھی پہنچی خود نا تو قوی صاحب کے زمانے میں وہاں کے علماء نے اس سے بیزاری ظاہر کی۔ اس کا زبانی بھی اور تحریری بھی رد کیا۔ تہذیر الناس سے پوری امت بیزار تھی اس کو طر فلی تھا تو ی نے اپنے الفاظ میں بیان کیا۔

جس وقت مولانا نا تو قوی صاحب نے تہذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی، بجز مولانا عبدالحی کے۔ (الاقاضات الیومیہ جلد چہارم، ص ۵۸۰، ملفوظہ ۹۳۷)

نا تو قوی صاحب ایک بار ریاست رام پور گئے، اس کا قصدا روح ملا میں یوں لکھا ہے۔

اپنے کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا اس لیے کہ خفیہ پہنچیں جب راجپور پہنچے تو جناب نے اپنا نام خورد شید حسن تھلا یا اور لکھوا دیا۔ اور ایک نہایت ہی غیر محرف سراے میں مقیم ہوئے، اس میں بھی ایک کمرہ چھت پر لیا یہ وہ زمانہ تھا کہ تہذیر الناس کے خلاف اہل بدعت میں ایک شور برپا تھا۔ مولانا کی تکفیر تک ہو رہی تھی، حضرت کی غرض اس اخفاء سے تھی کہ میرے علاوہ پہنچنے سے اس بارہ میں جھگڑے اور بحثیں نہ کھڑی ہو جائیں۔ (ارواح ملا صفحہ ۲۶۱)

ارواح ملا کے جاہل متعصب راوی کے تہذیر الناس کے رد کرنے والے علماء کو اہل بدعت قرار دیا۔ اب آئے ان کے ایک نیاز مند و بے بندی جماعت کے بہت بڑے عالم جن کی حیثیت دہ بے بندی پر راوی میں ایک عالم ہی نہیں بلکہ صحیحہ العلماء کی ہے۔ وہ ہیں انور شاہ کشمیری بلکہ ”کرمہائی“ یہ تہذیر الناس کی تردید کرتے ہوئے اپنے رسالہ خاتم الیقین کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں۔

دارالافتاء بالذات و بالاعراض عرف فلسفاست نہ عرف قرآن مجید و حارم رب نہ لقم قرآن راہم چوں گویند ایمان و دلالت برآں پس اضافہ استفادہ نبوت زیادت است بر قرآن کبھی اتاج ہوا۔

یعنی ما بالذات و بالاعراض کا ارادہ (جیسا کہ تہذیر الناس میں ہے) فلسفہ کا عرف ہے، قرآن مجید کا عرف یا عرب کا محاورہ نہیں، اور نہ لقم قرآن کا اس طرح کوئی اشارہ ہے

پس اضافہ استفادہ نبوت محض اتاج ہوا کی وجہ سے قرآن پر نہ پادتی ہے۔

میں بزرگ قریب قریب مبنی مضمون اپنے دوسرے رسالہ ”حقیقۃ الاسلام“ کے صفحہ ۳۵۹ پر لکھ چکے ہیں۔

دیکھئے انور صاحب نا تو قوی صاحب کے بہت زیادہ نیاز مند ہیں مگر تہذیر الناس میں کلام مجید کی تمام امت کے خلاف جو تفسیر ہارائے کی ہے اسے رد کر رہے ہیں، صرف رد ہی نہیں اسے اتاج ہوا یعنی خواہش نفسانی کی پیروی میں قرآن مجید پر نہ پادتی قرار دے رہے ہیں، اب یہ فیصلہ ناظرین کریں کہ تمام امت کی قلبی جمعی اجماعی تفسیر کے خلاف خواہش نفسانی سے قرآن مجید پر نہ پادتی کرنے والا مسلمان ہے یا کافر؟ غالباً انور صاحب کا کہنا جرم وہ جرم ناخشیدہ ہے جس کی سزا میں انہیں دارالاعظم دہ بے بند چھوڑنا پڑا۔ جس کو وہ بڑی حسرت و داس سے کہا کرتے تھے۔ ”میں نے ظالمین کہا تو اس کی وجہ سے یہاں ڈھانچل میں آنا پڑا۔“

گنگوہی اور انیسٹووی صاحب کی مشترکہ کفری عبارت

جب دہ بے بند یوں نے میلاد، قیام، عرس، چادر وغیرہ کے خلاف پوری طاقت سے مہم چلائی، متعدد فتاویٰ لکھ بیچے شائع کیے تو جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی عمرید علیہ طر فظہ مولانا عبدالحی اسع صاحب راجپوری نے انتہائی تلخیگی اور متانت کے ساتھ ان معمولات کے ثبوت میں ایک بیسود کتاب

انوار سلاطین لکھی جس پر گنگوئی صاحب کو بہت طیش آیا اور انہوں نے اس کے رد میں "برائین قاطعہ" لکھی جو اپنے مرید اور غلیظ کلیل احمد انوکھی صاحب کے نام سے چھپائی۔ یہ کتاب گنگوئی صاحب کی لکھی ہوئی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے مورخ عاشق الہی میٹھی نے "مذکرہ رشید" جلد دوم صفحہ ۳۳۱ پر اسے ان کی تصنیفات کی فہرست میں داخل کیا ہے، لکھتے ہیں ناظرین ملاحظہ کریں۔

برائین قاطعہ..... یہ انوار سلاطین کا جواب اور رد دعوات و تحقیق سنت میں دولاغی کتاب ہے جس کو حضرت (گنگوئی) کے کلمات علیہ وعلیہ السلام پر کہیں تو بجا ہے، سنت کے عشق میں جو ضعیف وادعا اور شان جلالی کا اظہار اس میں نظر آتا ہے، دیگر تصانیف میں کم ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ..... مولوی عبدالباقی عمر پوری دہلی کے لکھا تھا۔ حضرت کی نسبت یہ اعتقاد کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے تھے شریف لاتے ہیں شرک ہے، ہر جگہ موجود اللہ تعالیٰ ہے اللہ سبحانہ نے اپنی یہ صفت دوسرے کو عبادت نہیں فرمائی (انوار سلاطین بالا نے برائین قاطعہ: ص ۵۲)

نا تو فی، گنگوئی، تھا تو فی صاحبان کے جی ہوا کہ مولانا عبدالمسیح صاحب راجپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انوار سلاطین میں اس کو دہلی سے رد فرمایا۔
(۱) ایک یہ کہ جہاں جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں وہاں تشریف لانے کا مطلب ہر جگہ موجود ہونا کہاں ہے؟

(۲) زمین میں ہر جگہ تشریف لے جانے کو اللہ عزوجل کا خاصہ جانتا ہوا ہے کیونکہ کہ شرق سے غرب تک ہر روح کو حضرت عزرائیل علیہ السلام (ملک الموت) قبض کرتے ہیں۔ ہر جگہ کو رات دن دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا ان کے آگے مثل چھوٹے سے خوان کے کر دیا ہے، یہ تو ایک فرشتہ مقرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ وہابی آدم کے ساتھ رہتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب حلق اور غیر اللہ کو یہ قدرت دی گئی ہے تو ہرگز یہ خاصہ اولیت نہیں، اور جب یہ خدا کی خاص صفت نہیں تو رسول کے لیے اسے ثابت کرنا ہرگز ہرگز شرک نہیں۔ اس رد کا گنگوئی صاحب سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔ اور نہ قیامت تک کسی سے بن پڑے گا۔ گنگوئی صاحب نے اپنے دل میں یہ فرض کر لیا یہ وہابی استدلال ہے، یعنی یہ کہ مولانا عبدالمسیح صاحب نے حضور اقدس ﷺ کے ہر جگہ موجود ہونے پر یہ دلیل دی ہے کہ جب شیطان اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہیں تو حضور چوں کہ ان دونوں سے افضل ہیں اس لیے وہ بھی ہر جگہ موجود ہیں، حالانکہ مولانا موصوف پر یہ کھلا ہوا افتراء ہے مولانا عبدالمسیح صاحب نے عمر پوری پر نقض وارد فرمایا تھا۔ نہ کہ اپنے دعویٰ پر استدلال کیا تھا۔ عمر ان بزرگوں کی یہ عادت متاخریہ کہ اپنے حریف پر افتراء کرنے سے نہیں چوکتے۔ گنگوئی صاحب نے اس نقض کو استدلال ٹھہرا کر اس پر لکھا۔

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھو کہ علم عین زمین کا فخر عالم کو خلاف انصوف تعلیق ہے بلا دلیل محض قیاس قاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ (علم) و صفت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی و صفت علمی کون ہی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام انصوف کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (برائین قاطعہ: ص ۵۵)

اس پر ہمارے مواخذے

(۱) زمین کا علم عین گنگوئی صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لیے نص یعنی قرآن وحدیث سے ثابت مانا، پھر ای علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شرک بتایا۔ اور یہ شرک اسی وقت ہوگا جب کہ اسے باری عزاسمہ کی صفت خاصہ مانیں، اور جب اسے اللہ عزوجل کی صفت خاصہ مانیں گے تو شیطان اور ملک الموت کے لیے اسے ثابت ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطان اور ملک الموت خدا کے شریک ہیں۔ اور گنگوئی صاحب نے ان دونوں کے لیے ثابت مانا باطل لازم آیا کہ انہوں نے شیطان اور ملک الموت کو خدا کا شریک مانا، یہ اس عبارت کا ایک صریح کفر ہوا۔

(۲) پھر اس کفر و شرک کو نص یعنی قرآن و احادیث سے ثابت مانا یہ دوسرا کفر ہوا۔

(۳) اخیر میں ہے شیطان ملک الموت کو یہ (علمی) و صفت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی و صفت علمی کون ہی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام انصوف

کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

یعنی شیطان اور ملک الموت کے علم کی وسعت زیادتی نص یعنی قرآن و حدیث سے ثابت ہے، اس لیے شیطان و ملک الموت کا علم وسیع اور زیادہ ہے۔ مگر حضور اقدس ﷺ کے لیے وسعت علم یعنی علم کا زیادہ ہونا چوں کہ نص قطعی سے ثابت نہیں اس لیے حضور کے لیے وسعت علم ماننا شرک ہے۔ اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کا علم زیادہ نہیں، جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ لنگوی صاحب کے نزدیک شیطان کا علم حضور اقدس ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔

”لَكِنَّاكَ السَّمَوَاتِ يَنْفَعُونَ مِنْهُ وَتَشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَذَا“ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ڈھ جائیں، جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا کیا اس سے اس میں شک ہوگا کہ یہ کلمہ کفر نہیں؟ کیا اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کلمی ہوئی تو جین نہیں؟ کیا اس کفر صریح کے بعد بھی لنگوی صاحب اور ان کے مرید اور غلیظہ انجمنی صاحب کے کافر ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے، ایسے شیعہ قول پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ احرار نے لنگوی اور انجمنی صاحبان کو کفر کہا تو کیا جرم کیا؟

الطائف:

اس صریح و شیعہ کفریات کے علاوہ یہی براہین قطعہ میں کچھ زیادہ باتیں ہیں۔ ناظرین ان سے محفوظ ہوں۔

(۱) شیطان کی وسعت علم کے ثبوت کے لیے صرف نص پر قیامت کی گئی، مگر حضور اقدس ﷺ کی وسعت علم کے لیے صرف نص کو کافی نہیں جانا، نص قطعی کا مطالبہ کیا۔

(۲) اس کے برخلاف حضور اقدس ﷺ کے علم پاک کی نفی کے ثبوت میں ایک بے اصل روایت پیش کیا، اور اسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کر دیا۔

عبارت مذکور بالا کے چند منظر پہلے۔

شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ دیار کے چچے کا بھی علم نہیں۔

یہ شیخ قدس سرہ و افترا ہے۔ روایت تو بہت دور ہے۔ انہوں نے مدارج المنہ و جلد اول صفحہ ۱۷۱ پر اس روایت کو بالکل یہ رد فرمایا ہے، لکھتے ہیں۔

ایں جا افکار ہی آ رہا کہ بعض روایت آدھ است کہ گفت آنحضرت ﷺ من بندہ امی و اعمی و پیر چل ایں دیوار است بنواش آست کہ ایں سخن

اسلئے در رد روایت جہاں صحیح نفع دست۔

اس جگہ ایک اشکال لاتے ہیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں بندہ ہوں نہیں جانتا کہ اس دیار کے چچے کا ہے، اس کا

جواب یہ ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں، اور یہ روایت صحیح نہیں۔

کیسا کی مسلمان سے ایسی جرأت ممکن ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے علم کو گھٹانے کے لیے خود حضور پر جھوٹ باندھے اور۔ ”من کذب علی متعمدا

فلیسوا امسعدہ النار“ (جو جھوٹ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا) بھی خوف نہ کرے پھر جرأت والا ہے جرأت یہ کہ جن بزرگ نے

اسے رد فرمایا انہیں کو راوی بتائے۔

دوسرے علماء کی تائیدات:

آج سے ایک صدی زائد ۱۳۰۶ھ کی بات ہے، ریاست بہاول پور میں براہین قطعہ کی گمراہ کن مہارویوں پر ایک انتہائی اہم اور فیصلہ کن مناظرہ ہوا

تھا۔ جس میں دو بے بنیادوں کی طرف سے اس وقت کے دو بے بنیاد جماعت کے سب سے بڑے عالم ان کے شیخ الہند محمود الحسن کا گھری اور خود انجمنی صاحب

جن کے نام سے یہ کتاب چھپی ہے، شریک تھے اور اہل سنت کی طرف سے امام المناظرین علامہ غلام و گھیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مناظر تھے، یہ

مناظرہ تحریری تھا۔ اس مناظرہ کے حکم شیخ المشائخ حضرت علامہ شاہ غلام فرید صاحب چاچا اس شریف نواب کے مرشد تھے۔ موصوف نے اس مناظرہ پر جو فیصلہ دیا ہے وہ یہ ہے۔

مولف مذکور طویل احمد بدھمی مع اپنے معاونین کے وہ اپنی اہل سنت سے خارج ہے۔ (تقدیس الوکیل، ص ۳)

یہ مناظرہ تحریری تھا۔ اس کی روداد تقدیس الوکیل میں توچین ارشدہ و انگلیں کے نام سے چھپ چکی ہے، اس میں حضرت مولانا غلام و جیگر صاحب نے براہین کی اس عبارت پر بھی اعتراض کیا ہے کہ اس عبارت میں حضور اقدس ﷺ کے علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا ہے، فقیر کا ان اللہ کا اعتراض یہ ہے کہ سرور کائنات اعظم صلوات علیہ وسلم جو السلام کی وسعت علم کا جو انکار کیا ہے اور شیطان کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھا ہے، یہ نہایت دہش کی توچین ہے۔ (ص ۱۹۳)

اسی تقدیس الوکیل کی تصدیق میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی نے لکھا ہے۔

میں مولوی رشید احمد کو شہد کرتا ہوں کہ میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی لکھنے پر بی کو شش اس میں کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کمتر ہے اور اس عقیدے کے خلاف کو شہد فرمایا۔ (تقدیس الوکیل، ص ۴۱۹)

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی وہ بزرگ ہیں جنہیں سلطان ترکی نے پایہ حریم کا خطاب دیا، جنہیں خود براہین ہی میں ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ لکھا۔ جو لوگ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ پر اثر ام لگاتے ہیں کہ انہوں نے بلا وجہ ان لوگوں کو کافر کیا ہے وہ آئیں اور دیکھیں، شیخ الہند مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا غلام و جیگر قدس سرہ و العزیز اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں، غلطی نہ ہو جانی، ان لوگوں نے بھی یہی کہا لکھا کہ اس عبارت میں حضور اقدس ﷺ کے علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا گیا ہے، اور یہ حضور اقدس ﷺ کی توچین ہے، کیا ایسی صورت میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو یہ حق دینا درست ہے کہ انہوں نے ان دونوں کی بلا وجہ تحقیری کی۔ کسی مسلمان کو اس میں شک ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی توچین کرنا کفر ہے، اور توچین کرنے والا کافر ہے۔

تھانوی صاحب کی کفری عبارت

دع بندگی نہایت سے حکیم الامت اشرفی تھانوی صاحب نے اپنے کتابچہ ”مختلہ الایمان“ کے سطر ۷ پر لکھا۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید علیہ السلام ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (یعنی بچے جنوں بلکہ جنات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

چند سطر بعد ہے:

اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔

اس عبارت کا صاف صاف مرعہ و بھی مرعہ متعین مطلب یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس زید و عمرو بلکہ بچوں یا لگوں یا انوروں پناہوں کے علم سے تشبیہ دی یا حضور اقدس ﷺ کے علم پاک کو ان کے مساوی بتایا (۱) اور اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ ان دونوں باتوں میں حضور اقدس ﷺ کی امتیازی توچین اور تحقیر ہے، کسی نبی کی توچین وہ بھی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توچین یا جماع امت کفر ہے، اور توچین کرنے والا کافر ہے۔ (۱)

(۱) یہ تو دیکھ اس بتا ہے کہ تھانوی صاحب کے نیاز مند خود آپس میں الجھے ہوئے ہیں کہ اس عبارت میں ایسا تشبیہ کے لیے یا ”اتجا“ اور ”اس قد“

کے معنی میں ہے۔

اس عبارت سے مضمون مذکور ہاں کسی اہام و اخفاء کے ظاہر ہے، بے ہیز و بھیر کے واضح ہے جو پہنچنے کے لیے عرض ہے، ابتداء میں ہے کہ ”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جاتا۔“ اس کا مطلب صرف یہ ہے، یہ کہنا کہ حضور اقدس ﷺ غیب جانتے تھے۔

اس لیے کہ حکم کے یکجہ معنی ہیں کہ ایک چیز دوسرے کے لیے ثابت کی جائے گی۔

”اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب“ اس عبارت میں ”اس“ کا اشارہ پہلے ذکر کردہ غیب کی طرف ہے۔ یعنی وہ جو حضور اقدس ﷺ کو حاصل تھا۔ اس لیے بعض غیب سے مراد حضور اقدس ﷺ کی بعض غیب ہو اور یہی مراد ہوتا ہے۔ اس لیے کہ قسم کا اقسام ہر قسم ضروری ہے ورنہ قسم نامرہ ہے بیگناہ ہو جائے۔

اس کے بعد اسی بعض علم غیب کو جو حضور اقدس ﷺ کو حاصل ہے، یہ کہا۔ اس میں حضور ہی کی کیا خصوصیت ہے، ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو و بکر بلکہ ہر مومن و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ اس لیے ہاں کسی ادنیٰ شک و شبہ اور بغیر ذرہ برابر تردید کے واضح ہو گیا کہ قاتلوی صاحب نے حضور اقدس ﷺ کے علم پاک کو ہر کس و ہر کس زید و عمرو و بکر بلکہ مومن و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے علم سے تشبیہ و بیانی کے برابر بتایا۔

اسی کو اور مختصر عبارت میں یوں کہہ بیچے کہ قاتلوی صاحب نے حضور اقدس ﷺ کے لیے بقل زید و عمرو غیب حاصل مانا اس کی دو قسمیں کہیں، بعض غیب اور کل غیب کل کے حاصل ہونے کو حفظ و تکمل کا مل کہا تو لازم کرنا ہیوں نے حضور اقدس ﷺ کے لیے بعض علم غیب حاصل مانا، اور اسی کے بارے میں لکھا کہ ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو و بکر یعنی ہر کس و ہر کس بچوں یا گھوٹوں تمام حیوانات تمام چوپایوں کو بھی حاصل ہے۔

اب اگر لفظ ”ایسا“ کو تفسیر کے لیے مانیں جیسا کہ زید و عمرو یعنی ہر کس کے شیخ الاسلام حسین احمد ناظری کی تحقیق ہے تو انہوں (یعنی قاتلوی) نے حضور اقدس ﷺ کے علم ارفع و اعلیٰ کو انیس چھ وں کی کسر و ادنیٰ علم سے تشبیہ دی۔ اس میں بھی جتنا حضور اقدس ﷺ کی مکمل ہوتی تو چھ چھ، اور اگر لفظ ”ایسا“ کو اتنا اور اس قدر کے معنی میں مانیں جیسا کہ بعض مفسرین حسن درستی تا مرقیہ تعلیمات دارالعلوم دیوبند کی تحقیق ہے تو لازم ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے وافر و کثیر علم کس کی مقدار کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل بھی نہیں جان سکا مان ر ذیل چھ وں کے علم کے برابر کر دیا، یہ بھی بدترین توہین ہے۔

غیر جانب داروں کی شہادتیں

دلی کے مشہور سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے صاحب زادے حضرت مولانا شاہ ابوالخیر دیوبلی میر علی اسی بک صاحب کی کوٹھی میں تھے، وہاں امام المناظرین حضرت مولانا غلام و گھیر صاحب قصوری کے حامی ایک بزرگ جی سید گلاب شاہ اور قاتلوی صاحب اور قاری طیب کے والد حافظہ احمد بھی تھے۔

اب آگے تفسیر مولانا زید ابوالحسن صاحب کی زبانی سنیں۔

جی سید گلاب شاہ نے مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب ”حفظ الایمان“ کے صفحہ ۷۷ کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا، دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے، اعلیٰ آخر وہ، یہ سن کر آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے مولوی اشرف علی سے کہا، کیا یحییٰ دین کی خدمت سے تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اس کے خلاف کیوں کیا؟ مولوی صاحب (اشرف علی) نے کہا میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالے میں کر دی ہے، آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے جواب ارشاد فرمایا، تمہارے اس رسالے کو پڑھ کر کہنے لوگ گمراہ ہو گئے ہم دوسرے رسالے کو لے کر کیا کریں گے۔ (بزم خیر، لاہور، ص ۱۱، مقامات، خیر ص ۲۳۹)

اور خود قاتلوی صاحب نے اسے بیان کیا کہ مولانا ابوالخیر صاحب نے قاتلوی صاحب کو اپنی جماعت میں شریک ہونے سے روک دیا، دوسری بات

ہے کہ اپنی فطری ضرورتی خوش اخلاقی کی وجہ سے خوش اسلوبی کے ساتھ لکھتے ہیں۔

جب جماعت تیار ہوگئی تو مولانا ابوالخیر صاحب نے مسئلے پر جاتے ہوئے فرمایا، میری جماعت والوں کے سوا جو اور لوگ ہوں وہ علاحدہ ہو جائیں۔

بزم چہید

حالانکہ جب قاتلوں صاحب آئے تھے تو شاہ ابوالخیر صاحب باوجود بھراں سامانی اور ضعف کے کھڑے ہو کر ملے تھے مگر محبوب خدا کی شان اقدس میں گستاخی پر مطلق ہونے کے بعد نماز میں شریک نہ ہونے دیا۔

دوسری شہادت: انہیں حضرت مولانا ابوالخیر صاحب کے صاحبزادے جناب مولانا ابوالحسن زید صاحب لکھتے ہیں۔

”حفظ ایمان“ کی عمارت ”برائین قاطعہ“ کی (تنبیہ) والی عمارت سے قیامت و شفاعت میں بڑی جی ہوئی ہے وہ لکھتے ہیں کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب دہلی آفرود اس رسالے کے چھپنے ہی بعد وہستان کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی، اللہ کے نیک بندے تحریر تھے کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا؟ کہاں محبوب خدا کا لفظ کا علم شریف چاہے وہ علم شریف ایک بدیہی امر کا کیوں نہ اور کہاں زید و جہر و بکرا و بھی و بخون اور دنیا و نام و بہانہ کا علم۔

بزم خیر ما زید صفحہ ۲۲

اس رسالے کے چھپنے ہی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے، مولوی صاحب اپنی عمارت پر صاف دل سے غور کرتے تو چیتا ان پر ظاہر ہو جاتا کہ عمارت میں بڑا قسم ہے، اور اس کا ازالہ واجب ہے لیکن دس سال تک مولوی صاحب نے خاموشی اختیار کی، اور ۱۳۲۹ھ کو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب (دوستی) کے استفسار پر مولوی صاحب نے چار پانچ صفحہ کا رسالہ ”بسط الیمان“ تحریر کر دیا، اس رسالہ میں انہوں نے اپنی عمارت کی تاویل کی ہے حالانکہ یہ ایک امر بدیہی ہے کہ تفریح اور تاویل اسی وقت کی جاتی ہے جب کہ کلام میں کوئی غرض یا ابہام ہو یا پھر اس کے کھٹنے سے بیشتر افراد قاصر ہوں۔ مولوی صاحب کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ لفظ ”ایمان“ ہمیشہ تنبیہ کے لیے نہیں آتا۔ بلکہ اہل لسان اپنے عبادات میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے، مثلاً اہل آفرود مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہے کہ یہ رسالہ عوام کے لیے لکھا گیا ہے اس میں کسی عمارت لکھنے کی کیا ضرورت تھی جس کے کھٹنے سے عوام کی خواہ اور حال تک قاصر ہیں، پھر لفظ ایسا تو لغوی بحث ہے اردو کی مستعمل کتابوں میں اس کو کچھ لیا جائے صورت حال ظاہر ہو جائے گی، کتابوں میں لکھا ہے ”ایمان“ دو طرح استعمال ہوتا ہے، یا تو یہ لفظ صفت واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی نماش مساوی اور اس قسم کے ہوتے ہیں، مثلاً یہ علامت نے لکھا ایسا لکھو چھپ بھی لکھ لے، یہ کام تم نے کیا ایسا کام تو کوئی بوش مند نہ کرے، اور یا یہ (ایسا) لفظ تابع فعل واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی اس قدر اور عمدہ کے ہوتے ہیں مثلاً تم نے ایسا لکھا کہ دل خوش ہو گیا، یا کسی بات کی کہ دل بیٹھا ایسا مولوی صاحب کی عمارت میں لفظ ایسا صفت واقع ہو رہا ہے اور یہ عمارت کہ ”ضروری ہی کی کیا تھیں“ معاملہ کو واضح تر کر رہی ہے، مولوی صاحب نے اس رسالے میں اپنی دس سالہ خاموشی کی جیسا طرح بیان کی ہے کہ کسی نے پھلے انہوں کی طرح بچھائی نہیں تھا۔

سمان اللہ! کیا خوب علت بیان کی ہے مسئلہ کی نزاکت کا خیال نہیں عوام کے ایمان پر باد ہونے کا احساس نہیں اور پھلے مانسوں اور برے مانسوں کے لکھنے کا اثر ایسا چاہا ہے، آخرا میں عمارت لکھی ہی کیوں جس سے مسلمانوں کے دل متاثر (دھکی) ہوتے۔ (بزم خیر، صفحہ ۲۳)

ان دونوں حضرات کو کھد و عظم امام احمد رضا قدس سرہ سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ خدا سادی شاگرد کی تادیب کی مریدی کا ذنبیت کا نہ رشتہ کا تھی کہ دوستی کا بھی لگاؤ نہیں تھا۔ بلکہ ان میں سے مورخہ اللہ ذکر ناتوقی صاحب کے تلمیذ مولوی مہد اعلیٰ میرٹھی کے شاگرد تھے، اور ناتوقی کی گنگوہی صاحبان شاہ عابدی صاحب کے تلمیذ تھے جو حضرت مولانا ابوالخیر صاحب کے دادا شاہ احمد سعید کے تلمیذ بھی تھے، اس طرح دو باندی مذہب کے ہاتھوں سے ان حضرات کا ایک کو تعلق تھا مگر پھر بھی انہوں نے حفظ ایمان کی عمارت کو ایمان پر باد کرنے والی مسلمانوں کے دلوں کو رنجیدہ کرنے والی و غیرہ فرمایا۔ اور اس میں حضور

افسوس ﷺ کی توہین بتایا، انہیں کیا حد تھا، کیا عتاب تھا، کیا غرض، اہل سنت حتی صاف تصریح ہے کہ۔

اس رسالہ کے چھپنے ہی بعد وہستان کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔ کیا پورا ہندوستان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ اعزیز کا مریدہ قید تھا؟ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایمان نے حضور اقدس ﷺ کی توہین پر انہیں پہنچن کر دیا۔

تیسری شہادت: مقامات خیر صفحہ ۶۱۶ کے حاشیہ پر حضرت مولانا سید محمد جیلانی بغدادی رفعا فی قادری تھقفیدی خالیدی حیدر آبادی ثم المدنی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید عین الدین کہتے ہیں۔

میرے دادا (سید محمد بغدادی) کے پاس حیدر آباد کے لوگ مولوی اشرف علی کا رسالہ ”حفظ الایمان“ لائے اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا، علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت عجیب عبارت لکھی ہے، اس کے چند روز بعد کہ مسجد میں مولوی اشرف علی بیٹھے تھے، میرے دادا نے کفر سے ہو کر مولوی اشرف علی کے رسالہ کی قیادت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے بونے کفر آتی ہے پھر چند روز بعد مولانا حافظ احمد (فرزند مولانا محمد قاسم) کے مکان پر علماء کا اجتماع ہوا، چوں کہ حافظ احمد صاحب کو میرے دادا سے صحبت تھی اس لیے انہوں نے آپ کو بلایا اور آپ کو تحریف لے گئے، وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علماء نے اظہار خیال فرمایا، آپ نے اس رسالہ کی قیادت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتویٰ دیا، پھر تھوڑے دن بعد آپ نے غلاب میں رسول اللہ ﷺ کو یکساں کر کے حضرت ﷺ آپ سے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت رد کر کے اور اس کو کھینچ کئے پر اظہار غرض فرمایا ہے میں اور آنحضرت ﷺ آپ سے فرمایا ہتم سے خوش ہوئے تم کیا چاہتے ہو، آپ نے عرض کیا کہ میری آتما ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ پاک کی ٹہنی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے، وہیں سال وہاں مقیم رہے۔ ۱۳۶۲ھ میں رحلت فرما گئے۔

حفظ الایمان کی اس عبارت کے سلسلے میں جو حضرات بھی کسی قسم کے تذبذب کے شکار ہوں ان کے لیے ٹھوس ٹھہر یہ ہے کہ ان مولانا نے حضرت سید محمد صاحب بغدادی کو قاتلوی صاحب سے کیا حد تھا۔ کیا عتاب تھا، کیا غرض، انہوں نے اس عبارت کے خلاف فتویٰ دیا، وہ بھی قاتلوی صاحب کے محبت خاص کے گھر بیٹھ کر اور قاتلوی صاحب کے دروازہ ان کا رد فرمایا اور اصرار صاف فرمایا کہ اس عبارت سے بونے کفر آتی ہے، اصل بات وہی ہے کہ یہ عبارت چینی جاپانی لاٹینی سنسکرت میں نہیں کر کے کوئی نہ سمجھے، ہزار ہا دواں جو مولوی مجھ بوجھ رکھتا ہے وہ اس کو پڑھ کر اداں و ہلہ میں کہہ دے گا، اس میں جا کسی شک و تردد کے حضور اقدس ﷺ کی کھلی ہوئی توہین ہے۔

اب تمام دین دار انصاف پسند مسلمانوں سے سوال ہے کہ جب قاتلوی صاحب نے حضور اقدس ﷺ کی ایسی توہین کی تو اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اعزیز نے قاتلوی صاحب کو کافر کہا تو یہ جرم ہے یا ایک دینی و ملی فریضہ؟

اجمع المسلمین علی ان شاتم النبی کافر، من شک فی عذابه و کفر و کفر۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کی توہین کرنے والا کافر ہے، جو اس کے عتاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اب ہم اس بحث کو دینی ہندی جماعت کے بہت بڑے مناظر اور تعلیم خود قاتلوی صاحب کے وکیل نرسی حسین صاحب درہنگی ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کے ایک ایم بیان پر ختم کرتے ہیں، انہوں نے ”اشادہ اعذاب“ میں لکھا کہ۔

اگر خاں صاحب فاضل بریلی کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے تھے جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خاں صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے، کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

اب رہ گیا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے علمائے دیوبند کو جیسا سمجھا یہ سمجھنا صحیح اور واقعہ کے مطابق ہے یا نہیں اس کی پوری تفصیل اوپر گزر چکی اور اگر کوئی صاحب مزید تفصیل کے خواہش مند ہوں تو میرا رسالہ ”منصفانہ جائزہ“ کا مطالعہ کریں، مجھے امید ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد جس کے اندر ایمان کی تھوڑی سی بھی رقی باقی ہے تو وہ ضرور الضرور یہی فیصلہ کرے گا کہ جماعت دیوبند کے یہ اکابر یعنی قاسم نانوتوی صاحب، رشید احمد گنگوہی صاحب، خلیل احمد ٹیٹھی صاحب، اشرف علی تھانوی صاحب نے ضروریات دین کا انکار کیا اور حضور اقدس ﷺ کی توہین کی، جس کے بعد ایک مسلمان کے لیے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ وہ ان چاروں کو یقیناً کافر جانے، اس لیے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو بدنام کرنا کہ انہوں نے بلا وجہ علمائے دیوبند کی تکفیر کی ہے دیانت نہیں بہت بڑی خیانت ہے، اصلاح نہیں بہت بڑا فساد ہے۔

شب ہشتم شوال ۱۴۱۲ھ / ۱۱ اپریل ۱۹۹۲ء

پیشکش: شان رضا قادری

آؤنر: www.deobandimazhab.com

